

باسمہ تعالیٰ

جمع بین الصلاتین

# اوقات نماز

قرآن کریم اور احادیث رسول

کی روشنی میں

سرکار علامہ سید راحت حسین رضوی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ

سرکار حجۃ الاسلام و المسلمین مولانا سید علی رضوی صاحب قبلہ

ناشر:

ادارہ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳

فون فیکس: 0091 522 4077872

E-mail: islah\_lucknow@yahoo.co.in

www.islah.in

## جمع بین الصلاتین

2

### مشخصات

نام کتاب: جمع بین الصلاتین

مصنف: آیۃ اللہ سید راحت حسین گوپالپوری، و علامہ سید علی رضوی مئی

صفحات: 56

اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزنگ: محمد وحی اختر معروفی

کورڈیزائن: محمد وحی اختر معروفی

مطبوعہ: امپریشن پرنٹ ہاؤس، لکھنؤ

قیمت: 18 روپے

ناشر: ادارہ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ-۳

ISBN-13 : 978-93-87479-18-0

ISBN-10 : 93-87479-18-8

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ



بسمہ تعالیٰ

## عرض ناشر

الحمد لاهله والصلوة على اهلها

”نماز دین کا ستون ہے“ اور اگر کسی وجہ سے یہ ستون کمزور ہوا تو پوری عمارت دین کا کمزور ہو جانا لازمی ہے۔ چونکہ نماز ایک توفیقی عبادت ہے، قدرت کی جانب سے معین کردہ عبادت ہے، لہذا نماز سے جڑا کوئی مسئلہ ہو اس میں نظریہ الہی اور حکم الہی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اللہ کیا چاہتا ہے یہ معلوم کرنے کا سب سے مضبوط ماخذ کتاب الہی قرآن مجید ہے اور تشریح قرآن کا سب سے زیادہ بار اٹھایا ہے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے لہذا اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے احادیث صحیحہ سے رجوع کرنا منطقی امر بن جاتا ہے۔ اوقات نماز کے تعیین میں بین السنۃ والشیعہ کچھ اختلافات ہیں وہ اختلافات قرآن و حدیث سے رجوع کرنے ہی سے حل ہو سکتے ہیں۔ حجۃ الاسلام و المسلمین مولانا سید علی صاحب رضوی گوپا پوری ثم اترو لوی اعلی اللہ مقامہ نے دقت نظر سے ہی مذکورہ فریضہ انجام دیا ہے۔ مولانا مرحوم کی کتابوں کی اشاعت میں اترو لہ کے مشہور تاجر

## جمع بین الصلاتین

کتب حاجی اللن میر صاحب مرحوم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے یہ کتابچہ بھی ماضی میں انہیں کے توجہات سے زیور طباعت سے آراستہ ہوا تھا۔ اور اب ادارہ اصلاح لکھنؤ نے اس کمیاب کتابچہ کی اشاعت نو کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ رسالہ کے مصنف محترم کے والد علام مرجع تقلید آیت اللہ سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری طاب ثراہ کا مذکورہ موضوع پر ایک مضمون بھی شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔ جس نے اس رسالہ کی وقعت میں اضافہ کیا ہے۔ اس کا مطالعہ فرمائیں اور بارگاہِ معبود میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا فرمائیں کہ ادارہ اصلاح لکھنؤ کی اشاعتی مہم میں ہمیشہ اس کے توفیقات شامل رہیں۔

فقط

سید محمد جابر جو راسی

مسئول ادارہ اصلاح لکھنؤ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ



## اوقات نماز فریقین

سرکار علامہ آیۃ اللہ سید راحت حسین رضوی گوپالپوری طاب ثراہ

میرا مذہب توفیقی ہے قیاسی نہیں ہے۔ اس لئے ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کتاب خدا اور احادیث معصومین علیہم السلام میں کیا ہدایت کی گئی ہے۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میرے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ زوال کے بعد شاخص کا سایہ رکنے کے بعد رکنے کی جگہ سے بقدر شاخص کے ہونے تک نافلہ ظہر اور ظہر کی فضیلت کا آخری وقت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص نافلہ پڑھنا نہ چاہے تو اس کے بقدر اس کے مقدمات نماز اور ظہر کو بجالاتے وہ خاص ظہر کا وقت ہے جس میں دوسری نماز واقع نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد عصر کی نماز پڑھ سکتا ہے اس کے بعد بقدر دو شاخص کے ہونے تک نافلہ عصرانہ عصر کی فضیلت کا آخری دور ہے۔ خلاصہ یہ کہ زوال سے سایہ شاخص کے دو شاخص کے برابر ہونے تک ظہر اور عصر کی فضیلت کا وقت ہے۔ اس کے بعد اس وقت تک جب تک کہ غروب ہونے کو اتنا وقت رہ جائے کہ نماز عصر کو مع اس کے مقدمات (غسل، وضو، ستر) کے بجالا سکے، ظہر اور عصر دونوں کا مشترک وقت ہے۔ اس کے بعد غروب تک خاص عصر کا وقت ہے جس میں دوسری نماز نہیں ہو سکتی یعنی اگر ظہر

## جمع بین الصلاتین

اور عصر دونوں نہ پڑھی ہوں تو اس وقت میں ظہر کو نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ عصر کو بہ نیت ادا پڑھے گا اور ظہر کو اس کے بعد بہ نیت قضا۔ حاصل کلام یہ کہ اول زوال ظہر کا خاص وقت ہے جس میں دوسری نماز نہیں پڑھ سکتا اور متصل بہ غروب عصر کا خاص وقت ہے جس میں ظہر کو نہیں پڑھ سکتا۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کتاب خدا اور احادیث معصومینؑ سے آیا یہ ماخوذ ہے کہ ظہر کو اول وقت اور عصر کو آخر وقت پڑھنا ضروری ہے جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ یا دونوں نمازوں کا وقت وسیع ہے جب چاہیں اور جس وقت اور جس طرح چاہیں پڑھیں۔ یعنی جدا جدا یا ایک ساتھ۔ پس واضح ہو کہ کتاب خدا کے پانچ سوروں کی آیتیں اوقات نماز کے بیان میں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت سورہ ہود کی جس میں بلفظ اقم الصلوٰۃ نماز بجالانے کا حکم تو ہے لیکن صرف چار ہی نماز کا وقت بتایا گیا ہے طرفی النهار (صبح اور شام) سے نماز صبح اور عصر اور زلفاً من اللیل۔ سے مغرب اور عشاء۔

اب حضرات اہل سنت بتائیں کہ اس آیت کی بنا پر نماز ظہر کو صبح کے ساتھ پڑھیں گے یا عصر کے ساتھ یا چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ زوال کو بتانے والا کوئی لفظ اس میں نہیں ہے۔ میں الفاظ قرآن سے بحث کر رہا ہوں کسی مفسر کی رائے کو دخل دینا نہیں چاہتا کیونکہ اس کا درجہ حدیث کا ہے وہاں مذکور ہوگی۔ غرض کہ صبح کے ساتھ پڑھ نہیں سکتے کیونکہ جائز نہیں ہے۔ عصر کے ساتھ شام کو نہیں پڑھ سکتے کیونکہ شیعوں کی

## جمع بین الصلاتین

بیروی یا موافقت ہو جائے گی جس سے بچنے کے لئے وہ لوگ قرآن اور حدیث کے صریح حکم چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ظہر کی نماز ان کو چھوڑ ہی دینی چاہیے۔ رہ گئے شیعہ تو ان کا مطلب اس طرح حاصل ہے ملاحظہ ہو:

”اقم الصلوٰۃ“ (نماز پڑھو) ”طرفی النهار“ (دن کے دونوں کناروں میں صبح کے وقت صبح کی اور شام کے وقت ظہر اور عصر کی ایک ساتھ یا جدا جدا) ”وزلفاً من اللیل“ (اور رات کی گھڑیوں میں مغرب و عشا کی ایک ساتھ یا جدا جدا)۔

قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں صبح اور عصر ہی لکھا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے: وقیل الظهر والعصر لان ما بعد الزوال عشی (یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ظہر اور عصر دونوں مقصود ہیں کیونکہ زوال کے بعد کا وقت عشی کہلاتا ہے) میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بیان غلط ہے، کیونکہ اس آیت میں عشی کا لفظ مذکور نہیں ہے۔ شائد اسی وجہ سے قاضی صاحب نے بلفظ قبل (مجبول) تعبیر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

دوسری آیت سورہ طہ کی جس میں تین وقت بتائے گئے ہیں جو پانچوں نمازوں کو شامل ہیں۔ قبل طلوع الشمس (قبل طلوع آفتاب کے) ظہر اور عصر کی نماز، ومن اللیل (اور رات کی گھڑیوں میں) مغرب اور عشا کی، اس میں ”من فی“ (میں) کے معنی میں ہے۔ اس میں آخر وقت یعنی صبح کے لئے قبل طلوع اور ظہرین کے لئے قبل غروب اور مغربین کے لئے بغیر تعیین کے رات کی گھڑیوں کو ذکر کرنا بتاتا ہے کہ

## جمع بین الصلاتین

وقت کی وسعت کو بتانا چاہا ہے۔ یعنی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک صبح کی جب چاہو پڑھو اور زوال سے غروب تک ظہرین کو جب چاہو پڑھو۔ اور غروب کے بعد نصف شب تک مغربین کو جب چاہو پڑھو۔ اگر اہل سنت اس کو نہ مانیں تو اس آیت کی بنا پر ان کو لازم ہے کہ صبح کی نماز متصل بطلوع پڑھیں اور ظہرین کی شیعوں کی طرح ایک ساتھ متصل بغروب یا ظہر کی چھوڑ دیں اور صرف عصر کی متصل بغروب پڑھیں۔ قاضی بیضاوی بھی لکھتے ہیں کہ قبل غروب سے ظہرین مقصود ہے یا صرف عصر کی۔ اور مغربین کی رات کو جب چاہیں اگرچہ نصف شب کے بعد ہو۔ تیسری آیت سورہ ق کی ہے اس میں بھی صرف تین وقت یعنی قبل طلوع الشمس و قبل الغروب و من اللیل مذکور ہے یعنی طلوع آفتاب کے قبل اور غروب کے قبل اور رات کو ”سورہ طہ کے مطابق ہے جو گفتگو اس میں کی گئی ہے وہی اس میں بھی جاری ہوگی۔

چوتھی آیت سورہ بنی اسرائیل کی ہے اس میں صاف صاف نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پانچوں وقت کی نمازوں کا ملاحظہ ہو:

”اقم الصلوٰۃ“ (نماز پڑھو) ”لذلوک الشمس“ (زوال آفتاب سے) ”الی غسق اللیل“ (نصف شب تک) ”و قران الفجر“ (اور صبح کے وقت) اس میں ہر نماز کے وقت کو جدا جدا معین نہ کرنا اور زوال سے نصف شب تک چاروں کو انجام دینے کا حکم دینا اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے شروع وقت میں پڑھے یا وسط میں یا آخر میں اور جدا پڑھے یا ایک ساتھ۔ ”لذلوک“ میں لام



## جمع بین الصلاتین

من (سے) کے معنی میں ہے۔ قاضی بیضاوی نے بھی غسق کا معنی عشا کا اخیر وقت لیا ہے پس ان چاروں سوروں کی آیتیں وقت کی وسعت اور نمازی کے اختیار کو بتا رہی ہیں کہ جب اور جس طرح چاہے پڑھے اور اس واسطے شیعوں کے عمل کے موید ہیں ان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو یہ بتاتا ہو کہ نماز ظہر اور مغرب کو اول وقت میں پڑھنا ضروری ہے اور عصر و عشا کو آخر وقت میں جیسا کہ اہل سنت کرتے ہیں۔

پانچویں آیت سورہ روم کی ہے جس میں چاروں وقتوں اور پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ حین تمسون (رات کے وقت مغرب اور عشاء) و حین تصبحون (صبح کے وقت صبح کی) و عشیا (شام کے وقت عصر کی) و حین تظہرون (ظہر کے وقت) ظہر کی۔ پس سابق کی چاروں آیتوں کے مطلب کو اس آیت کے مطلب سے ملانے پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سابق چاروں آیتوں کے مطابق زوال سے شام تک ظہرین کو اور غروب سے نصف شب تک مغربین کو جب اور جس طرح چاہیں پڑھیں۔ ایک ساتھ یا جدا جدا اور پانچوں آیت کے مطابق صرف ظہرین کو جدا جدا پڑھ سکنے کو بتاتی ہے لیکن مغربین کے متعلق تفریق کو نہیں بتاتی۔

واضح ہو کہ ان پانچوں آیتوں میں نمازوں کے ادا کرنے کا طریقہ صاف بیان کیا گیا ہے اور دوسری تیسری، پانچویں آیتوں میں تسبیح و تہنید کرنے کا حکم ہے جس کی وجہ سے مولانا مقدس اردبیلی علیہ الرحمہ کتاب زبدۃ البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ ان وقتوں میں نماز نہیں بلکہ تسبیح و تہنید اور حمد و ثناء خدا

## جمع بین الصلاتین

کرنا مقصود ہے۔ اس لئے یہ آیتیں تفسیر کی محتاج ہیں۔ تفسیر شیعہ پہلی اور چوتھی آیت کی تفسیر میں بسند صحیح زرارہ منقول ہے وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رات اور دن میں پانچ نمازیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا خداوند عالم نے ان کا نام بتایا اور اپنی کتاب میں بیان کیا ہے فرمایا؟ ہاں خدائے عزوجل نے اپنے نبی (حضرت سرور عالم) سے ارشاد فرمایا: اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس الخ) اور دلوك زوال کو کہتے ہیں پس دلوك سے غسق لیل تک چار نمازیں ہیں جن کا نام خدا نے بتایا اور ان کو بیان کیا اور ان کا وقت مقرر فرمایا ہے اور غسق لیل نصف شب کو کہتے ہیں۔ پھر فرمایا وقرآن الفجر پس یہ پانچویں نماز ہے اور اسی کے بارے میں خداوند عالم نے (سورہ ہود میں) ارشاد فرمایا ہے: اقم الصلوٰۃ طرفی النهار و زلفاً من اللیل اور زلفاً من اللیل سے عشا کی مقصود ہے تفسیر اہل سنت علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۵۱، ۳، میں طرفی النهار و زلفاً من اللیل کی تفسیر میں مجاہد کی حدیث اور جلد ۴ صفحہ ۱۹۵، میں دلوك الشمس اور غسق اللیل کی تفسیر میں ابن مسعود اور ابن عباس کی حدیثیں امام علیہ السلام کی تفسیر کے مطابق ہیں۔ اور دوسری آیت سورہ طہ کی ہے اس کی تفسیر میں صدوق علیہ الرحمہ بسند ضعیف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ: قبل طلوع آفتاب اور قبل غروب آفتاب دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت



## جمع بین الصلاتین

کہا کرے۔

اور تفسیر اہل سنت علامہ سیوطی تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۳۱۲۔ میں حدیث ابن عباس وقتادہ میں ہے کہ اس سے پانچوں نمازیں مقصود ہیں۔ قبل طلوع آفتاب سے نماز صبح اور قبل غروب سے نماز عصر اور آناء اللیل سے نماز مغرب و عشا اور اطراف التہار سے نماز ظہر، پس چونکہ روایت صدوق علیہ الرحمہ غیر معتبر ہے اور میرے علمائے کرام نے بیان اوقات نماز میں اس سے استدلال کیا ہے اور اہل سنت کی حدیثیں ان کی موند ہیں اس لئے اوقات نماز سے اس کے تعلق کو مان لینے میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہئے۔

تیسری آیت سورہ ق کی تفسیر میں بھی وہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جو سورہ طہ کی تفسیر میں ذکر کی گئی ہے اور تفسیر اہل سنت درمنثور جلد ۶ ص ۱۱۰ میں نماز کا وقت بتایا گیا ہے اس لئے اس میں بھی وہی گفتگو جاری ہوگی جو اس میں ذکر کی گئی ہے۔

پانچویں آیت سورہ روم کی تفسیر میں بسند ضعیف حضرت امام حسن علیہ السلام سے جو حدیث منقول ہے اس میں نماز ہی کے اوقات بیان کئے گئے ہیں۔ علمائے کرام نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور تفسیر اہلسنت اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۵۴ کی کچھ حدیثیں اوقات نماز کو بتاتی ہیں۔ اور کچھ تسبیح و تحمید خدا کو۔ پس تسبیح و تحمید والی روایتوں کی بنا پر یہ آیت اوقات نماز کے بیان سے بے تعلق ہو جائے گی۔

واضح رہے کہ فریقین کی تفسیری حدیثوں میں سے کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ ہر نماز کو جدا جدا نہ پڑھنا چاہئے۔ باقی رہیں حدیثیں تو میرے یہاں کی

## جمع بین الصلاتین

12

آٹھ معتبر صحیح السنہ حدیثیں ظہرین اور مغربین کو فضیلت کے وقت میں یکے بعد دیگرے پڑھ لینے پر اس قدر شدت تاکید کو بتا رہی ہیں کہ دو تین علمائے متقدمین جن میں سے شیخ طوسی علیہ الرحمہ بھی ہیں اور بعض متاخرین نے اس کے وجوب کا فتویٰ دے دیا ہے۔ ان آٹھ میں سے ایک حدیث عبد اللہ بن سنان کی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے لئے دو وقت ہیں (وقت فضیلت اور وقت اجزاء جو دونوں میں مشترک ہے) دونوں وقتوں میں سے پہلا وقت افضل ہے، (آگے چل کر فرمایا) ولا یبغی تأخیر ذالک عمداً یعنی اس وقت فضیلت سے زیادہ جان کر دیر کرنا مستحسن نہیں ہے۔ اور نو حدیثیں جن میں صحیح السنہ اور ضعیف السنہ دونوں طرح کی ہیں اور صحیح السنہ کی موافقت کی وجہ سے ان کا مضمون بھی معتبر ہو گیا ہے ان کا مضمون یہ ہے کہ زوال سے غروب تک ظہر اور عصر کا مشترک وقت ہے اور غروب کے بعد نصف شب تک مغرب و عشاء کا وقت مشترک ہے ان میں سے ایک حدیث داؤد بن فرقد کی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ زوال آفتاب ہونے پر ظہر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چار رکعت ادا کر سکے۔ اس کے بعد ظہر اور عصر دونوں میں اس وقت تک مشترک رہتا ہے جب تک غروب ہونے کو چار رکعت کا وقت باقی رہ جائے پس اس وقت ظہر کا وقت نکل جاتا اور عصر کا وقت باقی رہ جاتا ہے اور غروب ہونے پر مغرب کا وقت داخل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ تین رکعت پڑھ سکے۔ اس کے بعد مغرب اور عشاء میں اس وقت تک مشترک رہتا ہے

جب تک نصف شب ہونے کو چار رکعت کا وقت باقی رہ جائے پس اس وقت مغرب کا وقت نکل جاتا اور عشاء کا وقت باقی رہ جاتا ہے۔

پس پہلی آٹھ حدیثوں سے بصراحت معلوم ہوا کہ وقت فضیلت میں یکے بعد دیگرے دو نمازوں کے پڑھنے کی تاکید ہے اور آخری نو حدیثوں میں جدا جدا پڑھنے کا ذکر نہ ہونا بتاتا ہے کہ مشترک وقت میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ بقاعدہ اصول فقہ مطلق (بے قید) رکھنے کا مقتضا عند الفرقین یہی ہے اور دونوں کو ملا دینے سے جس کو اصطلاح فقہاء میں جمع بین احادیث کہتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نمازوں کو اول وقت میں جو وقت فضیلت ہے پڑھ لینے کی تاکید شدید ہے لیکن اگر نہ پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا اور نماز بھی ادا ہو جائے گی قضا نہ ہوگی۔

### حدیثیں بطریق اہل سنت:

۱:- حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

خدا کے نزدیک زیادہ محبوب نماز کو اس کے پہلے وقت میں جلدی پڑھ لینے کے لئے کرنا ہے۔

۲:- اور ارشاد فرمایا کہ

نماز کے پہلے وقت کو اس کے دوسرے وقت پر ویسی ہی فضیلت ہے جیسی آخرت کو دنیا پر۔ (کنز العمال جلد ۴ ص ۷۹ نمبر حدیث ۱۵۸۰ و ۱۵۸۱)

ان دونوں حدیثوں سے چار باتیں معلوم ہوئیں: ایک پہلے وقت میں پڑھنے

کی محبوبیت اور فضیلت اور دوسرے نمازوں کے لئے دو وقت کا ہونا (ایک فضیلت کا وقت دوسرے وقت اجزا)

اس مضمون کی کنز العمال میں چار حدیثیں ہیں تین عبداللہ بن عمر کی اور ایک ام فروہ کی۔

۳:- ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ظہر کا پہلا وقت تین قدم سے پانچ قدم تک ہے (یعنی شاخص کا سایہ رکنے کے بعد رکنے کی جگہ سے پانچ قدم بڑھ جائے) اور دوسرا وقت پانچ قدم سے سات قدم تک ہے۔ (کنز العمال، جلد ۴ ص ۱۸۸ نمبر حدیث ۴۰۶۰) اور سات قدم تک سایہ غالباً چار بجے تک پہنچتا ہے اس لئے اس حدیث کی بنا پر ظہر کا وقت چار بجے تک ہے۔

## عمل حضرت سرور عالم و ائمہ اہل بیت علیہم السلام بطریق شیعہ:

۱:- حدیث صحیح میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات نماز جلد پڑھ لیا کرتے تھے بسا اوقات دیر کیا کرتے تھے۔ مگر نماز جمعہ کا وقت تنگ ہے۔ اس کا ایک ہی وقت ہے زوال کے وقت۔

۲:- بسند صحیح ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں اکثر ایام نماز ظہر و عصر پڑھ کر حاضر ہوتا تو حضرتؑ پوچھا کرتے تھے کہ نماز ظہر پڑھ چکے؟ میں عرض کرتا تھا کہ عصر بھی پڑھ چکا، تو فرماتے ”میں نے ابھی ظہر کی نہیں



## جمع بین الصلاتین

15

پڑھی، پھر اطمینان سے بغیر عجلت کے تشریف لے جاتے اور غسل فرماتے یا صرف وضو کر کے نماز ظہر اس کے بعد عصر پڑھ لیتے تھے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۰ نمبر حدیث ۱۰ بقدر حاجت)

یہ حدیث دوامروں کے جائز ہونے کو بتاتی ہے۔ ایک دیر کر کے پڑھنے کو، دوسرے دو نمازوں کے ایک ساتھ پڑھنے کو۔

۳:- بسند غیر معتبر ربعی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہم لوگ نماز کبھی جلد پڑھ لیتے ہیں اور کبھی دیر کر کے ویسا نہیں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص (اول) وقت نماز سے ہٹا وہ ہلاک ہوا۔ (وسائل الشیعہ بہ نشان بالانمبر حدیث ۷)

اس حدیث کے مضمون کو چونکہ کئی معتبر حدیثیں بیان کرتی ہیں اس لئے اس کا مضمون معتبر ہے اگرچہ سند ضعیف ہے۔

۴:- بسند صحیح فضیل بن یسار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”کچھ چیزوں میں وسعت ہے، اور کچھ چیزوں میں تنگی، پس پانچوں نمازیں ان چیزوں میں سے ہیں جن میں وسعت دی گئی ہے۔ کبھی جلد پڑھ لی جاتی ہیں اور کبھی دیر کر کے اور نماز جمعہ میں تنگی کی گئی ہے۔ کیونکہ جمعہ کے دن اس کا وقت زوال کا ہے۔

۵:- صحیح حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ

## جمع بین الصلاتین

16

حضرت سرور عالم ﷺ نے بغیر عذر کے ظہر اور عصر کو زوال کے وقت اور مغرب اور عشا کو شفق کے برطرف ہونے سے پہلے، جماعت پڑھی تاکہ امت پر تنگی نہ ہو۔ (وسائل الشیعہ نشان بالامبر حدیث ۶)

اس صحیح حدیث کے مقابل میں تاریخی مضامین معتبر نہیں ہیں کیونکہ اس میں معتبر وغیر معتبر خبریں سب لے لی جاتی ہیں اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو ایک تو موقع نہیں ملا کیونکہ نماز ظہر ہی میں تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی دوسرے دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھ لینا لازم نہیں ہے۔ یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ دو نمازیں ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

### بطریق اہل سنت:

۱:- و ۲:- ابو موسیٰ اشعری صحابی اور بریدہ صحابی دو حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کا مضمون باختلاف الفاظ ایک ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کا وقت پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ دو دن میرے ساتھ نمازیں پڑھو۔ پس پہلے دن صبح صادق کے وقت نماز صبح پڑھی اور دوسرے دن قریب طلوع آفتاب کے۔ اور پہلے دن زوال کے وقت نماز ظہر پڑھی اور دوسرے دن قریب عصر کے وقت کے اور پہلے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ آفتاب بلند اور سفید تھا۔ (یعنی ظہر کے وقت کے بعد ہی) اور دوسرے دن اس وقت جبکہ آفتاب سرخ ہو چکا تھا اور پہلے دن مغرب کی نماز غروب کے وقت پڑھی اور دوسرے دن شفق کے غائب ہونے کے وقت پڑھی اور دوسرے



## جمع بین الصلاتین

17

دن ایک تہائی رات گزرنے کے وقت (کنز العمال جلد ۴ ص ۱۸۸۔ نمبر حدیث ۴۰۴۷۔ وتیسیر الوصول (جو جامع احادیث صحاح ستہ ہے) جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ سطر ۱۷/مذکورہ بالا (صحیح مسلم باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر جلد ۱ ص ۲۵۶ چھاپہ نول کشور میں ۱۶ حدیثیں ہیں ان میں سے نو حدیثیں سفر کے متعلق ہیں جن میں حضرت نے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا اور سات حدیثیں غیر سفر سے متعلق ہیں جس میں حضرت نے ظہر و عصر کو ایک ساتھ پڑھا ان میں سے دو میں صاف مذکور ہے کہ حضرت نے بغیر خوف اور بارش کے ایسا کیا تا کہ امت پر تنگی کا سبب نہ ہو) کل حدیثیں دو باتوں کو بتاتی ہیں ایک تاخیر کر کے پڑھنے کے جواز کو دوسرے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کو۔

### فتوائے علماء:

اپنے علماء کا فتویٰ میں شروع جواب میں ذکر کر چکا ہوں۔

### فتوائے ابی حنیفہ:

چونکہ ہندوستان کے مقلد اہل سنت حنفی مسلک ہیں۔ اس لئے صرف انہیں کے فتوے کو ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حنفی لوگوں کے امام عیسیٰ شرح کنز الدقائق جلد ۱ ص ۲۳۔ چھاپہ مصر میں لکھتے ہیں کہ ظہر کا وقت زوال سے اس وقت تک ہے جب تک شاخص کا سایہ رکنے کی جگہ سے بڑھ کر اس کے دو مثل ہو جائے اور ص ۲۴ میں لکھتے ہیں کہ اس کے جواز کا وقت اس وقت تک ہے کہ غروب ہونے کو پانچ رکعت کا وقت رہ جائے (تا کہ ظہر کے بعد عصر کے لئے ایک رکعت کا وقت مل جائے) (وقت جواز وہی

## جمع بین الصلاتین

ہے جس کو میں نے وقت اجزا لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں جائز ہے باطل نہ ہوگی۔ اور وقت جواز کو پہلے وقت کے مقابل میں ذکر کرنا صاف بتا رہا ہے کہ پہلا وقت فضیلت کا ہے اور دوسرا وقت اجزا ہے) پھر عصر کا وقت دو مثل سے شام تک بتایا ہے اور عشا کا غروب شفق سے صبح صادق تک اور ان کے امام شعرانی کتاب میزان کے جلد ۱ ص ۱۳۲ چھاپہ جدید مصر میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اول وقت میں نماز ظہر نافلہ (مستحب) واقع ہوتی ہے اور آخر وقت میں واجب ہوتی ہے۔ اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک آخر وقت وہ ہے جبکہ غروب کو پانچ رکعت کا وقت رہ جائے۔

اب حنفی حضرات بتائیں کہ اول وقت میں بہ نیت وجوب پڑھتے ہیں یا بہ نیت استحباب اور شیعوں کے دیر کر کے پڑھنے اور ایک ساتھ پڑھنے پر طعن کیوں؟ اور کس دلیل سے کرتے ہیں؟ حالانکہ قرآن اور حدیث اور عمل حضرت سرور عالم شیعوں ہی کے مؤند ہیں۔ ☆.....☆.....☆

# اوقات نماز

## قرآن کریم اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں

سرکارِ حجۃ الاسلام و المسلمین علامہ سید علی رضوی قمی طاب ثراہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي فقهننا في الدين و وفقنا لسلوك شريعة  
خاتم المرسلين والصلوة والسلام على اشرف الاولين والآخرين  
ابي القاسم محمد و آله الطيبين الطاهرين اما بعد۔  
خدا کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بسترِ علالت پر ہیں۔ صحابہ کرام کا مجمع  
ہے کہ ایک مرتبہ زبان وحی ترجمان پیغمبرؐ کو حرکت ہوتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ ”میرے  
پاس قلم اور کاغذ لاؤ تاکہ ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ  
ہو گے۔“

## قرآن میں امت کو افتراق و گمراہی سے بچانے کی صلاحیت نہیں ہے:

بیشک قرآن اتر چکا تھا اور تکمیل دین ہو چکی تھی لیکن اس جزو مکمل دین کی تاکید و آخر تعین باقی تھی۔ قرآن بے زبان ہے وہ مفسر معصوم کا محتاج ہے۔ امت مسلمہ کو گمراہیوں اور افتراق سے بچانے کی صلاحیت تنہا قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن غلط پڑھے غلط ترجمہ کیجئے غلط معنی لگائیے۔ وہ آپ کو روک نہیں سکتا۔ وہ بتا نہیں سکتا کہ میرا صحیح معنی یہ ہے۔ الٹا وضو کرنے والے قرآن ہی سے دلیل پیش کرتے ہیں اور سیدھا وضو کرنے والے قرآن ہی سے ثبوت دیتے ہیں لیکن غلط وضو کرنے والوں کو قرآن ٹوکتا نہیں ہے۔ منع نہیں کرتا، یہ تو بولتے ہوئے قرآن کا وظیفہ ہے۔

جنگ جمل کے بعد جانشین خاتم المرسلین سید الوصیین حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بصرہ میں ایک مقام سے گزر رہے تھے دیکھا کہ حسن بصری غلط وضو کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے حسن صحیح وضو کرو۔ حسن نے کہا کہ یا امیر المؤمنین کل تو آپ نے ایسے لوگوں کو قتل کیا جو کلمہ پڑھتے تھے اور صحیح وضو کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم ان کی مدد کو کیوں نہیں گئے۔ حسن بصری نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے غسل کیا اور حنوط ملا اور اسلحہ جنگ لگایا اور اس میں کوئی شک نہیں رکھتا تھا کہ عائشہ کی مخالفت کرنا کفر ہے۔ جب میں چلا تو کسی نے راہ میں مجھ کو آواز دی کہ ”کہاں جا رہا ہے وہاں جو قتل کرتا ہے وہ بھی جہنمی ہے اور جو مارا جاتا ہے وہ بھی جہنمی ہے“۔ میں ڈر کر واپس چلا آیا۔



## جمع بین الصلاتین

21

دوسرے روز پھر میں اسی سامان سے چلا۔ راہ میں کسی نے پھر وہی آواز دی میں پھر پلٹ آیا۔ حضرت نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ جانتے ہو وہ آواز دینے والا کون تھا؟ حسن بصری نے کہا کہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا: وہ تمہارا بھائی شیطان تھا اور اس نے سچ کہا کہ لشکرِ عائشہ کے قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا: ہر امت میں ایک سامری ہوتا ہے اور اس امت کے سامری تم ہو (احتجاج طبرسیؒ)

غرض یہ کہ امت کو صحیح راہ بتانا اور حقائق کا واضح کرنا اور شیطان کے قریب سے بچانا قرآن ناطق کا فریضہ ہے نہ کہ قرآن صامت کا۔ اور یہی حال احادیث رسولؐ کا ہے۔ اگر قرآن و احادیث میں افتراق و گمراہی سے بچانے کی صلاحیت ہوتی تو آج اسلام کے تہتر فرتے کیوں ہوتے اور بہت سی شریعتیں کیوں وجود میں آتیں۔ اللہ اکبر کتنا سچا تھا خدا کا رسول اور کتنی اہم تھی وہ تحریر جس کے متعلق ارشاد پیغمبرؐ تھا کہ میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ اگر تحریر نہ لکھوائی تو تم سب گمراہ ہو جاؤ گے۔

حضرت عمرؓ بارہا حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن چکے تھے کہ:

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي اهل بيته ما ان تمسكنتم بهما لن تضلوا بعدى و انهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض۔ (ترمذی باب فضائل اہلبیت ص ۵۴۱، مسلم جلد ۲ چھاپہ دہلی صفحہ ۲۷۵، ابو

## جمع بین الصلاتین

22

داؤد جلد ۲ ص ۳۰۷، و نسائی ص ۳۰ وغیرہ)

یعنی۔ ہم تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں کتاب خدا اور اپنی عمرت اپنے اہلیت، جب تک تم دونوں کو پکڑے رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دونوں چیزیں ہرگز ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔“

اور یہاں بھی وہی جملہ تھا کہ ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقة باب ۹ فصل ۲ ص ۵۷ میں لکھا ہے کہ:

”حضرت رسول اللہ نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ لوگو! شاید میں بہت جلد دنیا سے اٹھ جاؤں گا۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم کو کوئی عذر باقی نہ رہے آگاہ ہو کہ میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عمرت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ یہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔“

حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ آج تک جو حکم زبانی تھا آج پیغمبر خدا ﷺ اس کو قید تحریر میں لانا چاہتے ہیں اور خود ہم لوگوں کے قلم سے عہد نامہ لکھوا کر ہم لوگوں کو ہمیشہ کے لئے قرآن اور اہل بیتؑ کا تابع و محکوم بنانا چاہتے ہیں۔ آپ فوراً چیخ اٹھے: ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ۔ یعنی (نعوذ باللہ) یہ مرد ہذیان بول رہا



## جمع بین الصلاتین

ہے۔ ہم لوگوں کے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ تحریر نہیں لکھوائی اور اسی وقت سے مسلمانوں کی گمراہی و افتراق کا دور شروع ہو گیا۔ ایک گروہ رسول کا فرمانبردار رہا اور اس نے قرآن و اہلبیت کا دامن مضبوط پکڑ لیا۔

### حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کے نتائج:

اور دوسرے گروہ کو جب خدا کے رسول نے قوموا عنی فرما کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ (بخاری جلد ۴ ص ۵ چھاپہ مصر) تو اس نے سیدھا سقیفہ کا راستہ پکڑا اور بڑی توتو میں اور دھینگا مشتی کے بعد حضرت ابو بکر کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ ہر صاحب عقل سمجھتا ہے اور خود صحابہ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کو غضب ناک کیا اور اسلام کی بربادی کا سبب بنے۔ لہذا ان لوگوں کو اپنی خطا کے لئے سزا جواز کی جستجو پیدا ہوئی تاکہ ہر مسلمان ان کو حق بجانب سمجھ کر ان کا ساتھ دے اور ان کو ہمدرد و وفادار اسلام سمجھے اور حضرت عمر کی بروقت ذہانت و سمجھداری کی داد دے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر کے قول ان الرجل لیہجر کو مختلف تاویلوں کے ذریعہ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی۔ کسی نے کہا کہ حضرت رسول کا فرمان کہ قلم اور کاغذ لاؤ اس کا مطلب تھا کہ نہ لاؤ جس کو حضرت عمر کے سوا کوئی سمجھ نہ سکا۔ کسی نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی کرتے تھے اور حضرت عمر اتنے صاحب الرائے تھے کہ خداوند عالم بھی اکثر ان کی رائے کی موافقت کرتا تھا چنانچہ ان کی

## جمع بین الصلاتین

24

رائے کے مطابق اکثر قرآن کی آیتیں نازل ہو کر تھیں۔

اجماع کے جواز کے لئے حدیث: لا تجتمع امتی علی ضلال تلاش کر لی گئی۔  
حضرت ابو بکر کے استحقاق خلافت کے لئے ان کی فضیلت میں قرآن کی بہت سی آیتیں اور حضرت رسول اللہ کی بہت سی حدیثیں ڈھونڈ لی گئیں۔

غرض یہ کہ ایک فرمان رسول کے رد کرنے کے نتیجے میں، ہر قوم پر ہزار لغزشیں اور ہر لغزش کے لئے ہزار تاویلیں اور تحریفیں وجود میں آ گئیں۔

پھر حضرت ابو بکر کے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد جب انتظامات ملکی اور مقدمات و امور مسلمین سامنے آئے اور قرآن سے ناواقفیت کی بنا پر مسلمانوں کو قیاس و رائے سے کام لینا پڑا اور اجتہاد کی بہت سی دکانیں کھل گئیں تو اس کے نتیجے میں قہرا طریقہ اہلبیت سے جو شریعتیں بنتی چلی گئیں اور ہزار ہا انسان کچھ برضا و خوشی کچھ بزور شمشیر اس کی پیروی کرتے رہے۔ فقہانے فتوے دیئے قضاة نے اسی کے مطابق فیصلے کئے۔ مصنفین نے کتابیں لکھیں، معلمین نے درس گاہوں میں تعلیم دی۔ فوج اور خزانہ کی طاقت اور حکومت کا دباؤ جو چاہتا ہے کرا لیتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہی باتیں عین مذہب اسلام بن گئیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب قرۃ العینین صفحہ ۱۸۵ چھاپہ دہلی میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے مشہور فرقے تین ہیں حنفی، مالکی، شافعی اور تینوں مذاہب کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں اور ان تینوں مذاہب کی بڑی کتابوں میں

مرتلضی (علیؑ) کی حدیثیں نہیں ہیں مگر تھوڑی۔

پھر ص ۱۸۶، میں لکھتے ہیں کہ ترتیب کتاب وسنت واجماع و قیاس کے سب اصول شیخین کے کلام سے لئے گئے ہیں۔

اور قرآن مجید ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی بالتفسیر شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کے مقدمات میں ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ وہ اصول جن کی تعمیل باعتبار عقیدہ اور عمل ہر مسلمان پر فرض ہے، یہ چار ہیں: (۱) قرآن، (۲) حدیث رسول، (۳) صحابہ تابعین و تبع تابعین یا ان کے بعد دیگر مسلمانوں کا اجماع، (۴) جب ان تین میں کوئی موجود نہ ہو اور ایک جدید مسئلہ کی ضرورت ہو تو ان تین کے طرز انداز کے مطابق کسی صحابی یا تابعی یا چاروں اماموں یعنی ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور امام احمد بن حنبل کا قیاس۔ یہ ہے مذہب اہل سنت جس میں کہیں اطاعت و پیروی اہل بیت کا نام و نشان نہیں ہے۔ خدا کا رسول تو یہ کہتا ہوا گزر گیا کہ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور اہلبیتؑ جب تک دونوں کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ با اتفاق شیعہ و سنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے یعنی ان کی پیروی کرتے رہو گے ہرگز میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب خدا اور اپنی عترت پس معلوم ہوا کہ مقدمات دینی اور احکام شریعت میں پیغمبرؐ نے ہم لوگوں کو

## جمع بین الصلاتین

26

ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ کیا ہے۔ پس جو مذہب کہ امور شرعیہ میں ان دونوں کا مخالف ہو عقیدہ اور عمل میں باطل اور نامعتبر ہے اور جو شخص کہ ان دونوں چیزوں سے انکار کرے وہ دین سے خارج ہے۔ (تحفہ تہذیب الباطن از باب چہارم فائدہ آخری) اس حدیث کے مطابق مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ وہ قرآن اور حدیث رسول اور اہل بیت رسول کے فتوؤں پر عمل کرتے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے جن سے خود حضرت ابوبکر و عمر اور صحابہ کرام جب مشکل پیش آتی تھی تو قرآن اور شریعت کا علم حاصل کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر دنیا سے یہ کہتے ہوئے گزر گئے کہ:

”اے میرے اللہ اس دن کے لئے عمر کو زندہ نہ رکھ جس دن اس کی مشکلوں کو حل کرنے کے لئے مشکل کشا موجود نہ ہوں“ (وسیلہ النجات صفحہ ۱۴۸ بحوالہ ریاض نصرہ) اور حضرت ابن عباس جیسے جہر امت جن کی شاگردی پر فخر و ناز کرتے تھے اور جن کے تعلق حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔ پس جس کو علم حاصل کرنا ہو اس کو چاہئے کہ دروازے سے آئے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۶، وغیرہ)

لیکن اہل سنت نے اہلبیت سے اس طرح منہ موڑا کہ ان کے معتقدات و اعمال و شریعت میں کہیں اہلبیت کا نام و نشان نہیں ہے۔ علمائے اہل سنت جناب ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کی تقلید و پیروی کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن اولاد رسول و وارث علوم انبیاء ثانی قرآن امام ابن امام حضرت امام محمد باقر



اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کی تقلید و پیروی نہیں کرتے کیا اسی کا نام ہے محبت و پیروی اہلبیتؑ۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:  
”جب تک عالم طریقت و شریعت کا جامع نہ ہو حقیقی طور پر رسول کا نائب نہیں ہو سکتا اور طریقت کا علم اس سے حاصل ہوگا جو کسی خاندان و وسیلہ میں ہو اور کامل ہو۔ اور لکھتے ہیں کہ:

”جس خاندان میں انسان مرید ہو مثلاً چشتیہ میں طالب راہب یا دلخ۔ یعنی طالب کو چاہئے کہ با وضو دو زانو بیٹھ کر فاتحہ کا ثواب ان بزرگوں کو بخش کر اور ان کی برکت کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرے کہ مجھ پر اپنی مصرفت و محبت کے دروازے کھول دے پھر ذکر و وضو بی شروع کر دے۔“ (مقدمات تفسیر شاہ رفیع الدین صاحب ص ۲۵) اور ص ۵۱ پر لکھا ہے کہ:

”خاص اہل باطن کو بزرگوں کے مزارات سے روحانی نفع حاصل ہوتا ہے مگر اس کا ذکر عوام سے نہ کریں“

اور صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے:

”یا علی یا حسین یا مشکل کہنا، کسی بزرگ کے نام جانور ذبح کرنا۔ رام لیلا کے جواب میں تعزیر خلاف شرع ہے۔“

اللہ اللہ مولانا صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ با وضو دو زانو بیٹھ کر فاتحہ کا ثواب محمد و

## جمع بین الصلاتین

آل محمد علیہم السلام کی خدمت میں ہدیہ کرو اور ان کی برکت کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرو کہ مجھ پر اپنی معرفت و محبت کا دروازہ کھول دے۔ یہ نہیں لکھا کہ مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور حضرت امام حسینؑ کے مزارات پر جا کر روحانی نفع حاصل کرو بلکہ یا علیؑ یا حسینؑ اور یا مشکل کشا کہنے کو خلاف شرع لکھا ہے وہ اہل بیتؑ جن کے واسطے سے انبیاء نے دعائیں کیں، وہ اہل بیتؑ جن کے واسطے سے ملائکہ نے برکتیں حاصل کیں۔ وہ اہل بیتؑ جن کے واسطے سے دعا کرنے کی قرآن اور احادیث رسول میں تاکید کی گئی ہے۔ ان کے ذکر کو مولانا نے خلاف شرع قرار دیا اور عزاداری حضرت سید الشہداء کو رام لیلیا سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن خاندانِ چشتیہ کی قبروں کی پرستش جس کا جواز نہ قرآن سے ثابت ہے۔ نہ احادیث رسول سے اس کو روحانی ترقیوں کا زینہ لکھا ہے۔

عزیزم سید تہذیب الحسن عرف للن میر صاحب نے مقدمات تفسیر قرآن میں مولانا سے ان گمراہ کن مضامین پر برجستہ کہا کہ درست ہے ان لوگوں کو مزارات کے عرس اور طبلہ اور قوالی اور حال قال میں جو روحانی سکون اور نفع حاصل ہوتا ہے وہ ذکر محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام اور عزاداری امام مظلومؑ میں نہیں ہوتا۔

غرض یہ کہ مولانا کی ان تحریروں کا خلاصہ یہ ہوا کہ اہل سنت پر فرض ہے کہ عقیدہ اور عمل میں قرآن، حدیث، صحابہ و تابعین و تبع تابعین پر ایمان لائیں اور تقلید میں امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد بن حنبل کا دامن پکڑیں اور روحانی برکتیں حاصل کرنے اور دعاؤں کی مقبولیت کے لئے خاندانِ چشتیہ کا توسل اختیار کریں اور ان کی



قبروں پر جا کر نور حاصل کریں لیکن یا علیؑ، یا حسینؑ، یا مشکل کشاءؑ، نہ کہیں، عزاداری نہ کریں، یعنی اہل بیتؑ سے کوئی واسطہ نہ رکھیں ورنہ رافضی ہو جائیں گے۔

### اہلبیت رسولؐ کا وسیلہ اختیار کرو

لیکن خداوند عالم پارہ ۶ رکوع ۱۰ سورہ مائدہ، آیت ۳۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

یعنی: اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ حاصل کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم لوگ فلاح پاؤ۔

اور پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۳۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔

یعنی تم لوگ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور پراگندہ نہ ہو۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر

میں لکھا ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم لوگ خدا کی وہ مضبوط رسی ہیں جس کے پکڑنے کا اس نے اس آیت میں حکم دیا ہے۔

اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے صواعق محرقة باب ۱۱ صفحہ ۹۰ میں اور ملا مبین

صاحب فرنگی محلی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات ص ۴۵ میں لکھا ہے:

## جمع بین الصلاتین

30

”پس جبکہ خداوند عالم نے سارے مسلمانوں کو محمد و آل محمد کے دامن سے تمسک کرنے کا حکم دیا اور ان سے جدا ہونے کو منع کیا تو معلوم ہوا کہ یہی وہ وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ سے ہم خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”لوگو! اہلبیتؑ کی محبت کو اللہ کی طرف اپنا وسیلہ بناؤ اور ہم لوگوں کی شفاعت طلب کرو کیونکہ ہمارے ہی سبب سے تمہاری عزت ہے اور ہمارے ہی سبب سے تم لوگ زندہ ہو اور ہم ہی لوگوں کے سبب سے تم لوگ روزی پاتے ہو۔ پس ہم میں سے جب کوئی غائب ہو تو ہمارے دوست ہمارے امین ہیں وہ سب کل کے روز جنت میں ہوں گے۔“

اور امام شافعی جن کی تقلید و پیروی کو اہل سنت ذریعہ نجات سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ:

آل النبی ذریعتی      وہم الیہ وسیلتی

ارجو بہم اعطی غذا      بید الیہین صحیفتی

یعنی: آل محمد خدا کی طرف ہمارا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ ان ہی کے وسیلہ سے ہم

امید کرتے ہیں کہ روز قیامت ہمارا نامہ عمل ہمارے داہنے ہاتھ میں دیا جائے۔

(صواعق محرقة باب ۱۱ فصل ۱ ص ۱۰۸)

اور ملازمین صاحب فرنگی محلی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات کے آخری صفحات

پر یہ عبارت لکھ کر اپنی کتاب ختم کی ہے:

زمشرق تا مغرب گرامام است

علی و آل او مارا تمام است

(یعنی) مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو بس علیؑ اور ان کی اولاد میرے لئے کافی۔ اے میرے اللہ میرا درود و سلام اپنے نبیؐ اور ان کی آل اطہار کو پہنچا، اور میرے دل میں ان کی محبت کو میرے لئے قیامت کے روز آتش جہنم سے نجات کا ذریعہ بنا۔ تو جانتا ہے کہ ان کی ولا میرے دل میں پوشیدہ ہے اور میرا قلب ان کی محبت سے لبریز ہے اور یہی تیری بارگاہ میں میرا وسیلہ ہے اور آتش جہنم سے میری نجات کا حیلہ ہے اور محبتِ عمرت طاہرہ اور حجت ساطعہ کے ذریعہ سے میں اپنے مقاصد دین و دنیا میں حصول درجات عالیہ اور مقامات بلند تک پہنچنے میں کامیابی کی امید رکھتا ہوں اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ آمین آمین آمین

الہی بحق نبی فاطمہؑ

کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

اگر دعوتِ روکنی در قبول

من دوست و دامان آل رسولؐ

(وسیلۃ النجات صفحہ ۴۳۵)

غرض یہ کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے تو امت کے لئے آل رسولؐ کو نجات دینا و آخرت اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے اور مرتبہ شناس اہلبیتؑ بڑے بڑے صحابہ اور علماء و زہاد اہل سنت نے بھی اہل بیتؑ ہی کو اپنی نجات کا وسیلہ بنایا لیکن آج کل

## جمع بین الصلاتین

32

کے مسلمان، مولوی ہوں یا عوام ہمہ تن آل رسول کا نام و نشان مٹانے ہی کی کوشش میں لگے ہیں اور صراطِ متقسیم کو چھوڑ کر دانے اور بائیں بھٹک رہے ہیں۔

آل رسول سے اسی بغض و نفرت کا تقاضا یہ ہوا کہ مسلمانوں نے طریقہ اہلبیت سے بالکل جدا ایک راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی تاکہ اہلبیت کی پیروی کرنے والوں سے کسی امر میں مشابہت باقی نہ رہ جائے۔

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے:

بغداد کی جامع مسجد میں نمازوں میں بلند آواز سے بسم اللہ کہنا اس لئے ترک کر دیا گیا کہ علویین مصر بلند آواز سے بسم اللہ کہا کرتے تھے۔ (کامل ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۱۱۳، ذکر عدہ حوادث)

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

”سلام مسلمانوں کا تحفہ ہے اور السلام علیہ اور علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن چونکہ شیعوں نے حضرت علی علیہ السلام کہنے کی عادت کر لی ہے اس لئے اس طرح کہنا اچھا نہیں ہے۔ (شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص ۱۵۲)،

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

”چونکہ شیعوں نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی عادت کر لی ہے۔ اس لئے ہاتھ میں پہننے سے پرہیز واجب ہے۔“

(جامعہ ترمذی حاشیہ ۲ چھاپہ اصح المطابع ص ۲۶۶)



## جمع بین الصلاتین

33

علامہ منجشری لکھتے ہیں:

علماء کہتے ہیں کہ صرف اہل بیت رسولؐ پر درود بھیجنا دو وجہوں سے مکروہ ہے، ایک اس وجہ سے کہ ہم لوگ صرف آنحضرتؐ پر درود بھیجتے ہیں دوسرے یہ کہ رافضیوں کی عادت ہے اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (تفسیر کشاف آخر سورہ احزاب)

علامہ برجندی نے لکھا ہے:

”علماء نے کہا ہے کہ چونکہ روافض کے مذہب میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے اس لئے ان کی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں“ (شرح وقایہ برجندی جلد ۱ ص ۱۰۳ کتاب الصلوٰۃ چھاپہ نول کشور)

غرض اسی قسم کی مخالفتیں روز سقیفہ سے شروع ہوئیں۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ حضرت رسول اللہؐ کو دنیا سے گزرے ابھی زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ زمانہ رسول کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہی۔

ملا سبین صاحب فرنگی مہلی لکھتے ہیں:

”حضرت رسول اللہؐ کے بعد نماز میں جو ستون دین ہے، تغیر و تبدل پیدا ہو گیا ہے اور لوگوں نے اس کو بھی ضائع کر دیا اس کے شرائط و حقوق کے ساتھ بجا نہیں لاتے تھے۔ ہاں حضرت علی مرتضیٰؑ بمقتضائے: **وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**، شرائط اور تعدیل ارکان و حفظ اوقات اور سارے لوازم کے ساتھ جیسی چاہئے نماز بجالاتے تھے اور صحابہ کو رسول اللہؐ کی نماز یاد دلاتے تھے“۔

## جمع بین الصلاتین

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے نماز کے شرائط و ارکان اور اوقات میں بھی تغیر و تبدل کر دیا تھا۔

بخاری باب تضيح الصلوٰۃ میں ہے کہ:

”موسیٰ ابن اسماعیل نے کہا کہ ان سے مہدی نے کہا ان سے غیلان نے کہا کہ میں نے انس ابن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ آج ہم رسول اللہ کے زمانے کی کوئی بات نہیں دیکھتے۔ تو ان سے کہا گیا کہ کیوں نماز تو ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے نماز میں تغیر و تبدل کر کے اس کو ضائع نہیں کر دیا۔“

”امام بخاری نے زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

”میں انس ابن مالک کے پاس شام میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ رورہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں؟۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا سے جو چیزیں ہم نے پائی تھیں ان میں سوائے نماز کے اور کوئی چیز ہم نہیں پاتے اور وہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔“

(بخاری جلد ۱ ص ۷۰ چھاپہ مصر)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے رسول اللہ کی ساری شریعت، یہاں تک کہ نماز اور اس کے ارکان و اوقات کو بھی بدل ڈالا تھا اور وہی نماز آج تک ان کی پیروی کرنے والوں میں رائج ہے تو یہ نماز رسول اللہ کی نماز کیونکر کہی جاسکتی ہے۔

بخاری میں عمران بن حسین سے منقول ہے کہ انہوں نے بصرہ میں حضرت علیؑ

کے پیچھے نماز پڑھی تو کہا:

اس شخص نے ہم کو وہ نماز یاد دلا دی جو ہم حضرت رسول اللہ کے پیچھے پڑھتے تھے“ اسی مضمون کی ایک روایت مطرف ابن عبد اللہ سے منقول ہے (دیکھئے بخاری جلد ۱ ص ۹۸ چھاپہ مصر) واضح رہے کہ عمران صحابی رسول تھے اور یہ واقعہ جو انہوں نے بیان کیا، چوتھی خلافت کے زمانے کا ہے کیونکہ امیر المؤمنینؑ اپنی خلافت ظاہری کے زمانے میں بصرہ تشریف لے گئے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد ویسی نماز عمران نے حضرت علیؑ کے علاوہ اور کسی خلیفہ کے پیچھے نہیں پڑھی ورنہ ان کو حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھ کر حیرت نہ ہوتی جو اس امر کی دلیل ہے کہ بعد رسول اللہ صحابہ نے نماز کو ضائع کر دیا تھا اور صرف حضرت علیؑ ہی حضرت رسول اللہ والی نماز پڑھتے تھے اور وہی نماز حضرت کے بعد حضرت کی اولاد طاہرین میں جاری رہی اور آج ان کے شیعوں اور ان کی پیروی کرنے والوں میں جاری ہے۔

### پسند و ناپسند :

انسان جس ماحول میں زندگی گزارتا ہے اس کے رسم و رواج، عقائد و عادات، اوہام و خیالات سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کو وہی باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں چاہے وہ کتنی ہی بری ہوں اور ان کے علاوہ ہر بات بری اور غلط معلوم ہوتی ہے چاہے وہ کتنی ہی بہتر ہو، بُت پرست اپنی بت پرستی ہی سے راضی اور خوش ہیں اور خدا پرستوں کا طریقہ ان کو پھوٹی آنکھوں نہیں بھاتا لیکن اس کی وجہ سے حق باطل اور باطل حق نہیں

## جمع بین الصلاتین

36

ہوسکتا حق اور باطل کا دار و مدار انسان کی پسند یا ناپسندیدگی پر نہیں ہے بلکہ حکم خدا پر ہے۔ ٹڈی کسی کو ناپسند ہو، کراہت معلوم ہوتی ہو لیکن وہ حلال ہے اور حلال رہے گی۔ پڑن مچھلی کسی کو پسند ہو، بڑے شوق سے کھاتا ہو لیکن وہ حرام ہے اور حرام رہے گی۔ تقیہ، متعہ، سجدہ گاہ پر سجدہ، ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا، سیدھا وضو، پاؤں کا مسح کسی کو بھلا نہ لگتا ہو، لیکن یہ چیزیں حق ہیں اور حق رہیں گی۔ جن کے ثبوت میں اتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ اگر صرف ان کتابوں کے نام لکھے جائیں تو دفتر تیار ہو جائے۔ لیکن علمائے اہلسنت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ عوام اہل سنت کو شیعوں کی کتابیں پڑھنے سے روکتے ہیں اور خود شیعوں پر وہی پرانے اعتراضات دہرایا کرتے ہیں اور عوام کو سمجھاتے ہیں کہ یہ ایسے لا جواب اعتراضات ہیں جن کا جواب آج تک شیعوں سے نہ ہو سکا۔

### جمع بین الصلوٰتین

ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض ان کا یہ ہے کہ شیعہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ اس اعتراض کی بنا بھی اسی ناپسندیدگی پر ہے چونکہ یہ مسئلہ شیعوں کے مذہب کا ہے اس لئے اہل سنت کو ناپسند ہے۔ ورنہ اگر قرآن اور احادیث و سیرت رسول کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس مسئلہ میں بھی شیعوں کا مذہب حق ہے۔



## جمع بین الصلاتین

37

### دلیل از کتاب خدا:

خداوند عالم پارہ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے: **وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنُ السَّيِّئَاتِ** - (اے رسولؐ) دن کے دونوں کناروں میں اور شب کے ایک کنارہ میں نمازیں پڑھا کرو۔ یقیناً نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

مولانا محمد نعیم الدین صاحب اپنی تفسیر خزائن الفرقان میں تحریر فرماتے ہیں: ”دن کے دو کناروں سے صبح و شام مراد ہیں۔ زوال کے قبل کا وقت صبح میں اور بعد کا شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر اور شام کی ظہر اور عصر میں“ (دیکھئے قرآن مجید با ترجمہ محمد احمد رضا شاہ صاحب بریلوی حاشیہ ۶ پارہ ۱۲، سورہ ہود رکوع ۱۰ اباہتمام ادارہ الفلاح)

اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: ”ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد دو طرف روز سے نماز صبح و مغرب ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صبح اول روز میں ہے اور ظہر اور عصر آخر روز میں اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ زلفاً من اللیل سے مراد مغرب اور عشاء ہے“ (دیکھئے قرآن مجید با ترجمہ و تفسیر شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی پارہ ۱۲، سورہ ہود، شائع کردہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

ان بیانات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت میں دن کے دو کناروں سے صبح کا وقت

## جمع بین الصلاتین

اور شام کا وقت مقصود ہے۔ اگر شام سے نماز عصر کا وقت مراد لیا جائے پس صبح کے وقت میں نماز صبح ہے اور شام کے وقت میں ظہر اور عصر کی دو نمازیں داخل ہیں اور زلفاً من اللیل میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں داخل ہیں۔

اس آیت میں خداوند عالم نے جس طرح نماز صبح کے وقت کو ظہر اور عصر کے وقت سے جدا بیان فرمایا ہے اور ظہر اور عصر کے وقت کو مغرب اور عشاء کے وقت سے جدا بیان کیا ہے اس کے لئے کیا مشکل بات تھی کہ نماز عصر کے وقت کو ظہر کے وقت سے اور نماز عشاء کے وقت کو مغرب کے وقت سے جدا کر کے بیان کر دیتا تا کہ صاف صاف پانچ نمازوں کے پانچ اوقات معین ہو جاتے جیسا کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ پانچ نمازوں کے صرف تین اوقات بیان فرمائے۔ نماز صبح کے لئے صبح کا وقت، ظہر اور عصر کے لئے شام کا وقت اور نماز مغرب اور عشاء کے لئے رات کا وقت جو اس امر کی دلیل ہے کہ زوال آفتاب ہوتے ہی نماز ظہر اور عصر دونوں کا وقت داخل ہو جاتا ہے اور شام تک رہتا ہے اس ترتیب کے ساتھ کہ ظہر پہلے ہے اور عصر اس کے بعد۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ مغرب پہلے اور عشاء اس کے بعد۔

عالم جلیل اہل سنت صاحب غایۃ الاغرار نے اپنی کتاب کے باب جواز الجمع فی الحضربلا خوف ولا سفر میں اس آیت کو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی دلیل قرار دی ہے اور لکھا ہے۔

## جمع بین الصلواتین

قول پروردگار وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ میں دن کا پہلا کنارہ نماز صبح کا وقت ہے جو زوال سے لے کر مغرب تک ہے۔ یہ عصرین یعنی ظہر اور عصر کا وقت ہے اور زلفا من اللیل عشائین یعنی مغرب اور عشاء کا وقت ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

”اس آیت کے معنی میں عبد الرزاق نے ابن جریج سے اور اس نے عطا سے روایت کی ہے کہ راوی نے کہا کہ نماز ظہر اور عصر رات تک قضا نہیں ہوتی اور مغرب اور عشاء کی نمازیں صبح تک قضا نہیں ہوتیں اور صبح کی نماز طلوع آفتاب تک قضا نہیں ہوتی ابن جریج اسی کا قائل ہے اور عبد الرزاق نے ابن جریج سے اور اس نے طاؤس سے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا جواز اجماعی ہے خواہ حج میں ہو یا سفر میں یا اس سے عام حالات میں جیسا کہ مفصل بیان کیا جائے گا اور سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جمع کی ہوئی نمازیں ادا ہیں۔“

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ علمائے اہل سنت نے بھی اس آیت کو جمع بین الصلواتین کے جواز کی دلیل قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسی واضح دلیل ہے جس میں کسی سمجھدار انسان کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

### آیت ۲ :-

خداوند عالم پارہ ۲۶ سورہ ق رکوٰۃ ۱۷ آیت ۳۹ و ۴۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ

## جمع بین الصلاتین

40

اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ السُّجُودِ ﴿۲۰﴾۔ (یعنی) آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اپنے پروردگار کے حمد کی تسبیح کیا کرو اور رات کے بعض حصہ میں اور نماز کے بعد بھی اس کی تسبیح کرو۔

یہ آیت بھی پہلی آیت کے ہم معنی ہے اس میں بھی خداوند عالم نے نماز چٹگانہ کے تین ہی اوقات بیان فرمائے ہیں۔ قبل طلوع الشمس نماز صبح کا وقت ہے اور قبل غروب ظہر اور عصر کا وقت ہے اور من اللیل مغرب اور عشاء کا اور ادبار السجود کے معنی یہ ہیں کہ نماز تمام کرنے کے بعد اس کی تسبیح کیا کرو۔

### آیت:-

پارہ ۱۵، بنی اسرائیل رکوع ۹ آیت ۸ میں ارشاد فرماتے ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِلدُّلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ  
إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿۸﴾۔

(یعنی برپا کر نماز کو زوال آفتاب سے تاریکی شب تک اور صبح کی نماز کو کیونکہ

اس وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔

خداوند عالم نے اس آیت میں بھی نماز چٹگانہ کے تین ہی اوقات بیان فرمائے ہیں۔ دلوک شمس یعنی زوال آفتاب غسق اللیل یعنی تاریکی شب اور قرآن فجر صبح کی نماز۔ ارشاد ہے کہ زوال آفتاب سے شب تاریک ہونے تک نمازیں پڑھا کرو اس میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ ان اوقات میں ان



## جمع بین الصلاتین

نمازوں کے بجالانے سے ہرگز یہ مقصود نہیں ہے کہ زوال سے نصف شب تک مسلسل نماز پڑھتے چلے جاؤ کیونکہ ان چار نمازوں کے ادا کرنے کے لئے ان اوقات میں سے تھوڑی دیر کافی ہے۔ لہذا یقیناً اس سے ان نمازوں کے وقت کی وسعت کا بیان کرنا مقصود ہے۔ یعنی خداوند عالم یہ بیان فرمانا چاہتا ہے کہ زوال سے غروب تک ظہر اور عصر کا وقت ہے اور غروب سے کچھ رات گئے تک مغرب اور عشاء کا وقت ہے۔ یعنی ان اوقات کا ہر حصہ ان نمازوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے اور نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ اس زمانہ محدود کے جس حصہ میں چاہے نماز ادا کرے۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد نماز فرض ہے اور دلوک کے معنی دو قول ہیں ایک یہ کہ مراد زوال ہے آفتاب کا آسمان کے وسط سے۔ عمر اور ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابن عباسؓ اور جابرؓ اور حسن اور شعبی اور عطا اور مجاہد اور قتادہ اور ضحاک اور حضرت امام محمد باقرؑ اور اکثر تابعین اسی کے قائل ہیں اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دلوک بمعنی غروب ہے بعض صحابہ اور نخعی اور مقاتل اور سدی اس کے قائل ہیں۔

”پہلے معنی پر آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے اور قول ثانی پر نماز ظہر اور عصر خارج ہوتی ہیں“۔

اور غسق سے مراد تاریکی شب ہے تو اس میں نماز مغرب اور عشاء داخل ہیں“

## جمع بین الصلاتین

42

(حاشیہ ترجمہ شاہ فریح الدین صاحب پارہ ۱۵ رکوع ۹ شائع کردہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی)  
اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ۱:- یہ کہ اکثر صحابہ اور تابعین اور  
مفسرین کے قول کے مطابق یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے۔ ۲:- یہ کہ دلوک سے  
زوال آفتاب مقصود ہے اور اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں اور غسق سے  
تاریکی شب مقصود ہے۔ (اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ غسق  
اللیل سے نصف شب مقصود ہے) اور اس میں مغرب اور عشاء کی نمازیں داخل ہیں۔  
یعنی خداوند عالم نے ہر دو نماز کے لئے ایک وقت بیان فرمایا ہے اور نہ ظہر اور عصر کے  
وقت میں تفریق کی ہے اور نہ مغرب اور عشاء کے وقت میں۔

عالم اہل سنت صاحب غایۃ الاعذار لکھتے ہیں:

”دونمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی ایک دلیل قول پروردگار اقم الصلوٰۃ  
لذلوک الشمس الی غسق اللیل و قران الفجر بھی ہے۔ پس دلوک شمس  
زوال آفتاب ہے اور وقت عصرین یعنی ظہر اور عصر کا وقت ہے اور غسق اللیل تاریکی  
شب ہے اور وقت عشاءین یعنی مغرب اور عشاء کا وقت ہے اور قران فجر نماز صبح ہے۔  
(رسالہ غایۃ الاعذار فی جواز الجمع فی الحضرة بلا خوف ولا سفر)

### آیت ۴-

پارہ ۱۶ سورہ طہ رکوع ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے: **وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ  
طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ**

النہار۔ (یعنی) تسبیح کرو تم اپنے پروردگار کی قبل نکلنے آفتاب کے اور قبل غروب کے اور رات کے کچھ حصہ میں اور دن کے کناروں میں تاکہ تو راضی ہو۔

مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

قبل طلوع الشمس اس سے نماز فجر مراد ہے۔ حاشیہ ۵۔ و قبل غروبہا۔ اس سے ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں جو دن کے نصف آخر میں آفتاب کے زوال اور غروب کے درمیان واقع ہیں۔

### حاشیہ ۶۔

من اناء اللیل۔ یعنی مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھو۔ حاشیہ ۷۔ و اطراف النهار۔ فجر و مغرب کی نمازیں ان کی تاکید تکرار فرمائی ہے۔ اور بعض مفسرین قبل غروب سے نماز عصر اور اطراف النهار سے ظہر مراد لیتے ہیں۔ ان کی توجیہ یہ ہے کہ نماز ظہر زوال کے بعد ہے اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کے اطراف ملتے ہیں نصف اول کی انتہا ہے اور نصف آخری کی ابتداء ہے (مدارک و خازن) دیکھئے۔

(قرآن مجید با ترجمہ شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب و تفسیر شاہ محمد نعیم الدین صاحب پارہ

۱۶ سورہ طہ)

بعض مفسرین نے جو اطراف النهار کی توجیہ کی ہے کہ اس سے نماز ظہر مقصود ہے اس لئے کہ نماز ظہر زوال کے بعد ہے اور اس وقت دن کے نصف اول اور نصف

آخر کے کنارے ملتے ہیں۔ نصف اول کی انتہا اور نصف آخر کی ابتداء ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اطراف کی لفظ آئی ہے اور یہ جمع ہے جس کے معنی ہیں بہت سے کنارے۔ اور وقت زوال کو اگر دن کے نصف اول کی انتہا اور نصف آخر کی ابتداء فرض کریں تو اس فرض کر لینے سے اس وقت میں تعدد نہیں پیدا ہو سکتا ہے بلکہ کنارہ ایک ہی رہے گا جس میں اعتباری دو جہتیں پیدا ہو جائیں گی۔

اور اگر دو کنارے فرض کریں قبل زوال کو دن کے نصف اول کا آخری کنارہ اور بعد زوال کو دن کے نصف آخر کا پہلا کنارہ تو لازم آئے گا کہ ظہر کی نماز دو مرتبہ پڑھی جائے کیونکہ ارشاد پروردگار ہے کہ دن کے کل کناروں میں ذکر خدا کرو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ نماز ظہر صرف ایک ہی کنارہ میں پڑھی جاتی ہے لہذا صحیح یہی ہے کہ اطراف النہار سے یا تو صبح اور مغرب کی نمازیں مقصود ہیں جو صرف تاکید کی غرض سے دوبارہ ذکر کی گئی ہیں یا اس سے عام تسبیح مقصود ہے یعنی دن کے کنارے میں تسبیح و ذکر خدا کرو۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں بھی پروردگار عالم نے پانچ نمازوں کے تین ہی اوقات بیان فرمائے قبل طلوع شمس صبح کی نماز ہے۔ قبل غروب ظہر اور عصر کی نماز اور اناء اللیل میں مغرب و عشاء کی نمازیں۔ اور اطراف النہار سے یا تو صبح اور مغرب کی نمازیں مقصود ہیں جن کی تاکید تکراراً کی گئی ہے۔ یا عام تسبیح و ذکر خدا مقصود ہے۔

## آیت ۵۔

پارہ ۲۱ سورہ روم رکوع ۵ آیت ۱۷ اور ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:



## جمع بین الصلاتین

45

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ  
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾

(یعنی) جس وقت تم لوگوں کی شام ہو اور جس وقت تمہاری صبح ہو خدا کی پاکیزگی ظاہر کرو اور سارے آسمان و زمین میں اور تیسرے پہر کو اور جس وقت تم لوگوں کی دوپہر ہو وہی قابل تعریف ہے۔

اس آیت میں اگرچہ خدا کی پاکیزگی ظاہر کرنے سے عام سبج مراد ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ کے اوقات مذکور ہیں۔ حین تمسون سے مغرب و عشاء کا وقت مراد ہے۔ اور حین تصبحون۔ نماز صبح کا وقت ہے اور عشیّا سے عصر کا اور تظہرون سے ظہر کا وقت مراد ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر خداوند عالم نے اس آیت میں نماز ظہر اور نماز عصر کے اوقات کو جدا کر کے ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلی چار آیتوں میں مشترک بیان فرمایا ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا بھی جائز ہے اور تفریق کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔

اوقات نماز سے متعلق قرآن شریف میں یہی پانچ آیتیں ہیں جو سب اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ زوال سے لے کر غروب تک نماز ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے اور غروب سے شب کے تاریک ہونے تک یعنی نصف شب تک مغرب اور عشاء کا وقت مشترک ہے۔ ہاں چونکہ ظہر کی نماز مقدم ہے اس لئے زوال کے بعد اتنی دیر تک

جتنی دیر چار رکعت نماز پڑھی جاسکے مخصوص ظہر کا وقت ہے جس میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اسی طرح جب آفتاب ڈوبنے کو اتنی دیر باقی رہے جس میں صرف چار ہی رکعت نماز پڑھی جاسکے مخصوص عصر کا وقت ہے جس میں ظہر نہیں پڑھ سکتے ورنہ دونوں نمازیں قضا ہو جائیں گی۔ ان کے علاوہ جو اوقات ہیں ان میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ ملا کر پڑھیں یا تفریق کے ساتھ۔ اور یہی حکم مغرب اور عشاء کا بھی ہے۔

البتہ ہر نماز کو اس کی فضیلت کے وقت میں بجالانا افضل ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے جس کی تفصیل آخر کتاب میں آئے گی۔

### احادیث بطریق اہل سنت:

قرآن مجید کی آیات سے جو اوقات نماز بیان کئے گئے ہیں ان کی تائید فریقین یعنی شیعہ اور سنی دونوں کی صحیح السنہ حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔

### حدیث نمبر ۱:-

امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب مواقیح الصلوٰۃ باب وقت المغرب میں آدم سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے عمر بن دینار سے انہوں نے جابر بن زید سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے سات رکعتیں (مغرب و عشاء) اور آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) جمع کر کے ملا کر پڑھیں۔

## جمع بین الصلاتین

### حدیث نمبر ۲ :-

باب تاخیر الصلوٰۃ عن قتها میں امام بخاری نے ابو نعمان سے، انہوں نے حماد بن زید سے انہوں نے عمر بن دینار سے، انہوں نے جابر بن زید سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے مدینہ میں (یعنی بغیر سفر کے) سات رکعتیں اور آٹھ رکعتیں یعنی مغرب و عشاء اور ظہر و عصر ملا کر پڑھا کریں۔

واضح رہے کہ راوی نے ان حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نمازیں ملا کر پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے بغیر کسی وجہ کے نمازیں ملا کر پڑھیں ورنہ راوی ضرور اس عذر کو بیان کرتا۔ یہ حدیثیں اگر کسی دوسری کتاب کی ہوتیں، تو علمائے اہل سنت یہ کہہ دیتے کہ وہ تو حاطب بس تھا یا یہ کہ کسی رافضی کی لکھی ہے۔ لیکن بخاری کو کیا کریں آخر تاویل سے کام لیا بخاری کے محشی سندی صاحب نے یہ تاویل کی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے پہلی نماز آخر وقت میں پڑھی لہذا اس نماز کے تمام ہونے پر دوسری نماز کا وقت آ گیا تو دوسری نماز اول وقت میں پڑھی لیکن حدیثوں سے اس تاویل کی کوئی تائید نہیں ہوتی اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ اس کو ضرور بیان کرتے تاکہ شبہہ دور ہو جائے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سندی صاحب کی ذہانت ہے۔ کسی دوسرے نے یہ تاویل کی ہے کہ شاید بارش کی وجہ سے حضرت نے ایسا کیا ہو لیکن روایت میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ مسلم کی حدیثیں اس کی تکذیب کر رہی ہیں۔

## جمع بین الصلاتین

48

### حدیث نمبر ۳:-

مسلم نے باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والحضر میں باسناد خود ابو زبیر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے مدینہ میں بغیر کسی خوف یا بغیر سفر کے ہم لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھائیں۔ ابو زبیر نے کہا کہ ہم نے سعید سے پوچھا کہ حضرتؐ نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن عباسؓ سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا کہ حضرتؐ کا مقصود تھا کہ امت کے لئے تنگی و دشواری نہ ہو۔

### حدیث نمبر ۴:-

مسلم نے باسناد خود اعمش سے، انہوں نے حبیب ابن ثابت سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بغیر بارش کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھائیں اور حدیث و کعب میں ہے کہ ہم نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ حضرتؐ نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرتؐ کا مقصد یہ تھا کہ امت کے لئے حرج نہ واقع ہو۔

### حدیث نمبر ۵:-

مسلم نے عبد اللہ بن شفیق عقیلی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ الصلوٰۃ (یعنی نماز کا وقت آ گیا) تو وہ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا کہ الصلوٰۃ، پھر وہ خاموش رہے۔ پھر کہا کہ تجھ پر وائے ہو تو ہم کو نماز کی تعلیم دیتا ہے۔ ہم حضرت



## جمع بین الصلاتین

رسول اللہ کے زمانے میں دو نمازیں ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

### حدیث نمبر ۶ :-

طبرانی نے مرثداً حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ اس لئے ایسا کیا ہے کہ میری امت کو حرج اور تنگی نہ ہو۔

### حدیث نمبر ۷ :-

رسالہ غایۃ الاعذار میں ہے کہ عبدالرزاق نے ابن جریر سے، اس نے عمر بن شیبہ سے، اس نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ نے بغیر سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں کسی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس لئے کہ اگر کوئی ملا کر پڑھنا چاہے تو اس کے لئے حرج اور تنگی نہ ہو۔

باختصار یہ سات حدیثیں متعدد سندوں سے میں نے نقل کر دیں جن سے علماء اہل سنت کی سب تاویل میں باطل ہو گئیں اور واضح ہو گیا کہ حضرت نے بغیر کسی عذر کے ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ دو نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور خود فرمایا کہ میں نے اس لئے ایسا کیا کہ میری امت کے لئے آسانی ہو اور نماز کی ادائیگی میں زحمت نہ ہو۔

یہ حدیثیں علاوہ اس کے کہ صحیح السنہ ہیں بالکل مطابق قرآن ہیں جو ان کے صحیح ہونے کی ایک دوسری بہت بڑی دلیل ہے اور وہ حدیثیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

## جمع بین الصلوٰتین

حضرت رسول اللہؐ یا ائمہ اہل بیت علیہم السلام یا صحابہ کرام نے تفریق کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور ان حدیثوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دو نمازوں کو تفریق کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

باقی رہیں بعض وہ حدیثیں جو دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کو ناجائز قرار دیتی ہیں جیسا کہ حاکم نے مستدرک کتاب الصلوٰۃ باب الزجر عن الجمع بین الصلوٰتین بلا عذر۔ میں حنش سے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے دو نمازوں کو جمع کیا وہ گناہان کبیرہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔

علاوہ اس کے کہ یہ حدیث مخالف قرآن اور مخالف احادیث صحاح ہے اس کے متعلق علامہ ذہبی نے جو محکم رجال تھے، لکھا ہے کہ حنش کو علماء رجال نے ضعیف لکھا ہے۔ اور احمد اور نسائی اور دارقطنی نے لکھا ہے کہ وہ جھوٹا تھا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی حدیث جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز قرار دیتی ہیں، صرف شیعوں کی مخالفت میں بنائی گئی ہیں لیکن جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز قرار دینے کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ اکثر مسلمان تو نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے بھی ہیں وہ طہارت و نجاست و اجزاء شرائط نماز کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ دن کا وقت کاروبار دنیا اور کسب معاش کا ہے۔ جس کے لئے انسان مجبور ہے کوئی نوکر ہے، غیر کا تابع فرمان

## جمع بین الصلاتین

ہے۔ کوئی تاجر ہے، کوئی مزدور ہے۔ کوئی موٹر چلاتا ہے، کوئی ریل چلاتا ہے، کوئی کھیتی کرتا ہے، ہر قوم و ملت سے خلط ملط ہر قسم کی گندگی و نجاست سے آلودگی رہتی ہے کوئی صبح سے شام تک کامزدور ہے کسی کو ساری رات ڈیوٹی دینا پڑتی ہے ایسی صورت میں انسان کے لئے کہاں ممکن ہے کہ زوال آفتاب سے لیکر نصف شب کے اندر چار مرتبہ اپنے کاروبار سے فرصت حاصل کر لے۔ اس کے بعد نجاست و گندگی، تیل اور پسینہ اپنا ورغیر کا جسم سے صاف کرے، گندے کپڑے اتار کر پاکیزہ کپڑا پہنے اور نماز پڑھے۔ اگر نوکر ہے تو مالک اجازت نہیں دیتا اس کے کاروبار کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر تاجر ہے تو گاہک ٹوٹتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر نے تو نماز ہی چھوڑ دی۔ ہاں آٹھویں روز جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں یا عید اور بقرعید میں ٹکر لگا لیتے ہیں اور جو نمازی ہیں وہ اسی نجاست و گندگی کی حالت میں چار ٹکریں لگا لیتے ہیں۔

لیکن زوال سے غروب تک کے اندر ایک مرتبہ اسی طرح غروب سے نصف شب کے اندر ایک مرتبہ کاروبار سے فرصت کر کے طہارت کر کے نماز پڑھ لینا آسان ہے ہر شخص اس کو برداشت کر سکتا ہے سوائے اس کے جس پر شیطان بالکل مسلط ہو کہ وہ نماز پڑھنا ہی نہ چاہتا ہو۔

غرض یہ کہ انسان کی انہیں دشواریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خدا اور خدا کے رسول نے اوقات نماز ایسے مقرر فرمائے کہ ہر شخص باسانی نماز پڑھ سکے اور دین اسلام انسان کے لئے مصیبت نہ بن جائے۔

### احادیث بطریق امامیہ:

عبیدہ ابن زرارہؓ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب زوال آفتاب ہو جائے تو ظہر اور عصر دونوں کا وقت داخل ہو گیا۔ لیکن یہ کہ ظہر قبل عصر کے ہے اس کے بعد پھر تمہارے لئے دونوں ہی کا وقت یہاں تک کہ آفتاب غائب ہو جائے اور جب آفتاب ڈوب گیا تو مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کا وقت داخل ہو گیا نصف شب تک لیکن یہ کہ مغرب قبل عشاء کے ہے۔ (مستمک العروہ جلد ۳ ص ۱۶ و ص ۱۷)

### حدیث نمبر ۲:

زرارہؓ نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے لوگوں کو قبل اس کے کہ مغرب کا شفق زائل ہو، مغرب اور عشاء کی نماز بجماعت پڑھائی اور یہ اس لئے کیا کہ امت کے لئے وسعت رہے۔ (مستمک جلد ۳ ص ۲۷)

### حدیث نمبر ۳۔

اسحاق بن عمارؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ حضر میں قبل اس کے کہ شفق زائل ہو بغیر کسی عذر کے مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی جاسکتی ہے؟ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستمک بحوالہ بالا)

### حدیث نمبر ۴۔

زرارہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر



## جمع بین الصلاتین

53

صادق سے دریافت کیا کہ ایک شخص شفق زائل ہونے کے قبل نماز عشاء پڑھتا ہے تو فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستمک بحوالہ بالا)

### حدیث نمبر ۵۔

داؤد بن فرقہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب زوال آفتاب ہو جائے تو ظہر کا وقت داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ چار رکعت کا وقت گزر جائے۔ اور جب چار رکعت کا وقت گزر گیا تو ظہر اور عصر دونوں کا وقت داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے کو صرف چار رکعت کا وقت باقی رہے تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا اور صرف عصر کا وقت ہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔ (مستمک جلد ۳ ص ۱۸)

### حدیث نمبر ۶:-

علی بن عبد اللہ وراق اور علی بن محمد قزوینی نے سعد بن عبد اللہ سے انہوں نے عباس بن سعید ازرق سے، انہوں نے زہیر بن حرب سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زبیر سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے بغیر کسی خوف یا بغیر سفر کے نماز ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھائی۔ ابن عباس نے کہا کہ حضرت کا یہ قصد تھا کہ امت کے لئے حرج نہ ہو۔

(وسائل الشیعہ کتاب الصلوٰۃ باب جواز الجمع بین الصلوٰتین بغیر عذر)

### حدیث نمبر ۷:-

صاحب علل نے اپنے اسناد کے ساتھ عون بن جعفر مخزومی سے انہوں نے داؤد

بن غراء سے، انہوں نے صالح سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے بغیر بارش اور بغیر سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھائیں تو ابن عباس سے پوچھا گیا کہ حضرت نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا کہ حضرت کا مقصود یہ تھا کہ امت کے لئے وسعت رہے۔ (وسائل الشیعہ بحوالہ بالا)

قرآن مجید کی آیات اور سات حدیثیں بطریق اہل سنت اور سات حدیثیں بطریق شیعہ، یہ چودہ صحیح السنہ حدیثیں میں نقل کر دیں جو صاحبان عقل اور انصاف کے لئے کافی ہیں۔

### ایک شبہ کا جواب:

علمائے اہل سنت نے قول پروردگار: حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطیٰ (پارہ ۲ سورہ بقرہ) یعنی: حفاظت کرو نمازوں کی خاص کر وسط والی نماز کی۔ اور قول پروردگار ان الصلوة کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً۔ (پارہ ۵ سورہ نساء) یعنی مومنین پر وقت و وقت کی نماز واجب ہے۔ ان دونوں آیتوں سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کا وقت جدا جدا ہے لہذا ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

لیکن یہ ان کی خوش فہمی ہے۔ ان آیتوں کے کسی لفظ سے یہ معنی نہیں نکلتے کہ ہر نماز کو دو گھنٹہ چار گھنٹہ فاصلہ سے پڑھنا واجب ہے بلکہ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ

نماز پختگانہ کے ادا کرنے میں کاہلی اور سستی نہ کرو بلکہ پابندی سے ادا کرتے رہو۔ اور دوسری آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قرآن میں جن نمازوں کے جو اوقات مقرر کر دیئے ہیں وہ نمازیں انہیں اوقات میں واجب ہیں یعنی صبح کی نماز صبح کے وقت میں واجب ہے اور ظہر اور عصر کی نمازیں زوال کے بعد اور قبل غروب واجب ہیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں غروب کے بعد نصف شب کے اندر واجب ہیں۔

واضح رہے کہ یہاں تک تو نماز پختگانہ کے وقت مخصوص اور وقت اجزائی کا بیان تھا جن میں نمازوں کا ادا کرنا جائز ہے اور قضا نہیں ہوتیں۔ لیکن شریعت نے ہر نماز کے لئے کچھ فضیلت کے اوقات بھی مقرر فرمائے ہیں جن اوقات میں نمازوں کا ادا کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

### وقت فضیلت صبح:

صبح صادق سے اس وقت تک کہ پورب کی طرف آسمان پر سرخی ظاہر ہو جائے۔

### وقت فضیلت ظہر:

اول وقت زوال سے اس وقت تک ہے کہ مثلاً اگر سات بالشت کی کوئی سیدھی لکڑی زمین میں گڑی ہو تو اس کا سایہ دو بالشت بڑھ جائے اس کے بعد وقت فضیلت عصر شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے کہ اس لکڑی کا سایہ بڑھ کر چار بالشت ہو جائے۔

### وقت فضیلت مغرب:

غروب آفتاب سے اس وقت تک ہے کہ پچھم کی طرف آسمان کی سرخی زائل ہو جائے۔

### وقت فضیلت عشاء:

پچھم کی طرف آسمان کی سرخی زائل ہونے کے بعد ثلث شب تک ہے۔ نماز پنجگانہ کی فضیلت کے اوقات جو لکھے گئے ہیں یہی نوافل کے مخصوص اوقات ہیں سوائے نافلہ عشاء کے کہ اس کا وقت نصف شب تک رہتا ہے۔

خادم الشریعۃ المطہرہ

السید علی الرضوی قمی گوپالپوری۔ دراترولہ ضلع گوڈہ

۸ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۶۸ء